اسلام کا نظام تکافل اور متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ
(تاریخی تناظر میں اطلاقی مطالعہ)

Islamic system of insurance and the security of the victims in it.

* عرفان جعفر

** محمد سعد دہلوی

Abstract

In the case of emergency, the people have to face economic problems. They need the help from the others. It is very necessary to save the lives of the people from starvation. Islam gives guidance to solve the problems of the effects. The responsibility of the government on national disasters has been discussed in this article. It not only shows the Islamic salvation of economic disasters but also tells the power and authority of an Islamic state to give the economic relief to the public; such as to spend from national treasury, to enforce additional taxes and to transfer Zakat to the effected people. Model role of Islamic rulers especially in emergency has been mentioned and analyzed. The role of Islamic society to coop with the calamities have been also described.

Takaful is the name given to a system based on the principle of mutual assistance and cooperation as an alternative to conventional insurance. In which a Shariah framework has been developed to achieve the objectives related to conventional insurance. Although the practical forms of Takaful are modern, they do not contradict Islamic principles. The following is an introduction to the Islamic system of Takaful and an applied study of the economic security of the affected people in the light of Islamic law. It is a good idea to take precautionary measures against possible future risks. Islam not only allows such a move but also sometimes encourages it. If it is studied from a historical perspective, many incidents are recorded in this regard, which are presented in the following article as a historical perspective

Key Words: *Economic Problem, Takaful,Zakat, Affected people، Economic security*

اسلام ہمیشہ سے ایک فلاحی، باہمی تعاون اور امن و سلامتی پر قائم معاشرے اور ریاست کی تعمیر و تشکیل کا خواہاں رہا ہے۔ ایک ایسے معاشرے کا جس میں ہر شخص کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل ہو رہی ہو اور افراد معاشرہ امن و سلامتی کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر رہے ہوں، یہی وجہ کہ اس نے فلاح و بہبود کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے افراد معاشرہ کو ایک دوسرے کی کفالت کرنے کا ذمہ دار بنایا

* لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور۔

** پی ایچ، ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور، لاہور۔

ہے اور انہیں اس کی ترغیب دینے کے لیے اجر وثواب کا وعدہ کیا۔ اگر اولاد چھوٹی ہے تو ان کی ذمہ داری والدین پر عائد ہے، بالکل اسی طرح والدین ناتواں اور بزرگ ہیں تو یہ ذمہ درازی اولاد کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ بیوی کا نان ونفقہ حسب توفیق شوہر پر لازم ہے۔ اور یتیم بچے کی کفالت کی ذمہ داری قریبی رشتہ داروں اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں دیگر افراد معاشرہ پر ڈال دی گئی ہے۔ یہ تو انفرادی سطح پر کفالت کا تصور ہے اور اسے کفالت خاصہ بھی کہتے ہیں۔ لیکن اگر اجتماعی طور پر افراد معاشرے کو کفالت کی ضرورت پیش آتی ہے تو پھر بیت المال اور حکومت وقت پر لازم ہے کہ وہ اجتماعی سطح پر کفالت عامہ کا انتظام کرے۔ اور اس اہم فریضہ سے عہدہ برہونے کے لیے لوگوں سے زکوۃ، صدقات، عطیات وصول کرے اور متاثرہ افراد کی معاشی تحفظ کو یقینی بنائے۔

تکافل مروجہ انشورنس کے متبادل باہمی امداد اور تعاون کے اصول پر قائم نظام کا نام ہے۔ جس میں مروجہ انشورنس سے منسلک مقاصد کے حصول کے لیے شرعی ڈھانچہ تیار کیا گیا ہے۔ تکافل کی عملی صورتیں گو جدید ہیں لیکن یہ اسلامی اصول وضوابط کے ساتھ متصادم نہیں ہیں۔ مستقبل میں ممکنہ خطرات کے پیش آنے کے باعث پیدا ہونے والے نقصانات سے بچاؤ کی تدابیر ایک مستحسن اقدام ہے۔ اسلام ایسے اقدام کی نا صرف اجازت دیتا ہے بلکہ بعض اوقات اس کی ترغیب بھی دیتا ہے۔ اگر تاریخی تناظر میں اس کا مطالعہ کیا جائے بہت سے واقعات اس ضمن میں وارد ہیں۔ جو زیر مقالہ میں ایک تاریخی تناظر کے طور پر پیش کیے گئے ہیں۔

زیر نظر مقالہ میں "اسلام کا نظام تکافل اور متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ تاریخی تناظر میں اطلاقی مطالعہ" پیش کیا گیا ہے۔

تکافل کی لغوی تعریف

تکافل عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ باب تفاعل سے ہے۔ اس میں مشارکت کے معنٰی پائے جاتے ہیں۔ جس کے معنٰی باہم ایک دوسرے کی کفالت کرنے یا باہم ایک دوسرے کا ضامن بننا، یا باہم ایک دوسرے کی دیکھ بھال کرنا"[1] کے ہیں۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو تکافل اجتماعی کا درس دیا ہے۔ کیونکہ اسلام میں ہر مسلمان دوسرے کے افعال وغیرہ کا ضامن ہے اور یہ کہ معاشرے کے محتاج اور معذور ، اور کسی بھی ناگہانی مصائب سے متاثرہ افراد کے خوراک، پوشاک اور رہائش کی ذمہ داری معاشرے کے مستطیع افراد کے ذمہ ہے۔ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

> "التکافل الاجتماعی: هو ایمان الافراد مسؤلیة بعضهم عن بعض -وان کان کل واحد منهم حامل لتبعات اخیه ،فاذا اساء کانت اساءته علی نفسه و علی اخیه ،واذا ما احسن کان احسانه لنفسه و لاخیه"[2]

> " معاشرے کے افراد کا یہ ایمان ہو کہ ہر ایک دوسرے کا مسؤول (ذمہ دار) اور یہ کہ ہر ایک اپنے بھائی کے افعال کے نتائج کا حامل ہے۔ پس اگر وہ کوئی برائی کرے تو اس کا بوجھ اس پر اور اس کے بھائی پر ہے۔ اور اگر کوئی نیکی کرے تو اس کا فائدہ اس کا اور اس کے بھائی کا ہے، تکافل اجتماعی کہلاتا ہے۔"

تکافل کی اصطلاحی تعریف

تکافل کا جدید نظام بنیادی طور پر مروجہ بیمہ کا متبادل ہے۔ مروجہ انشورنس سے حاصل ہونے والے مقاصد کو شرعی سانچے میں ڈال کر تشکیل دینے والا نظام ہے۔ چنانچہ تکافل کی چند ایک تعریف حسب ذیل ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

((عقد تبرع بين مجموعة من الاشخاص للتعاون على تفتيت الاخطار المبينة في العقد و الاشتراک في تعوض الاضرار الفعلية التي تصيب احد المشترکين والناجمة عن وقوع الخطر المؤمن منه و ذلک وفقا للقواعد التي ينص عليها نظام شرکة التامين و الشروط التي تتضمنها وثائق التامين و بما لايتعارض مع احکام الشرعية الاسلامي)) (3)

" تکافل باہمی تعاون کی بنیاد پر ایک گروہ کے مابین تبرع کا معاملہ ہے جس میں کسی ایک شریک کو پہنچنے والے نقصان کا مشترکہ طور پر ازالہ کیا جاتا ہے۔ اس مقصد کا حصول تکافل کمپنی کے قواعد و شرائط اور تکافل معاہدات کے مطابق ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے کہ وہ شرعی اصول احکام کے مخالف نہ ہو"

تکافل ایک اسلامی نظام انشورنس کا نظام ہے جو باہمی تعاون و تناصر اور تبرع کے اصول پر مبنی ہے، جہاں تمام شرکاء رِسک کو شئیر کرتے ہیں۔ اور اس طرح باہمی تعاون و تناصر کے طریقے سے مقررہ اصول و ضوابط کے تحت ممکنہ مالی اثرات سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ (4)

ان تعریفات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کا نظام تکافل باہمی تعاون و تناصر کی بنیاد پر قائم ہے جس میں متعدد لوگ باہم معاہدہ کرتے ہیں کہ خطرات یا ہنگامی حالات کے سبب اگر کسی بھی انسان کو نقصان پہنچے تو تمام شرکاء باہم مل کر متاثرہ افراد کے نقصان کا ازالہ کریں گے جس کی وجہ سے متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ ہو جائے۔

اسلام کا نظام تکافل اور متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ

اسلام کا نظام تکافل باہمی تعاون و تناظر کے اصولوں پر مبنی ہے۔ اس نظام کے ذریعے سے ہنگامی اور مشکل حالات میں متاثرہ افراد کے معاشی تحفظ کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ اس ضمن میں اگر تاریخ کے اوراق کی روگردانی کی جائے اور احادیث مبارکہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ احادیث مبارکہ بھی تعاون اور تناصر کھلے لفظوں میں موجود ہے جو اسلام کے نظام تکافل کی شرعی طور پر جائز ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کرتے ہیں۔ جس کی چند ایک مثالیں ذکر کی جاتی ہیں۔

میثاق مدینہ

حضور ﷺ نے مدینہ منورہ کو ہجرت کرنے کے بعد مسلمانوں اور یہودیوں کے مابین ایک معاہدہ کیا تھا، یہ معاہدہ ۴۷ دفعات پر مشتمل تھا اس معاہدے کی اکثر دفعات باہمی تعاون اور امداد پر مشتمل ہیں۔ مثلاً:

1. بے شک قریشی مہاجرین اپنی سابقہ حالت پر برقرار رہیں، آپس میں دیّت ادا کریں، اور اپنے مسلمانوں کا فدیہ انصاف اور عرف کے مطابق دیں گے، اور بنو عوف (انصاری قبیلہ) اپنی سابقہ حالت پر برقرار ہے۔ پھر انصار کے تمام قبائل کا اسی طرح ذکر کیا۔ (5)
یہ باہمی امداد و تعاون متاثرہ افراد کے ضرر و تکلیف میں کام آنے پر واضح دلیل ہے۔
2. مسلمان کسی عیالدار اور مقروض شخص کو یوں نہیں چھوڑیں گے بلکہ اس کے ساتھ فدیہ اور دیّت میں ضرور مدد کریں گے۔ (6)
اس میں مسلمانوں کے لیے آپس میں مسؤولیت اور ایک دوسرے کے ساتھ مشکل حالات میں مدد کرنے کا بہترین سبق موجود ہے۔
3. یہود میں سے جو ہماری متابعت کرے گا تو اس کے لئے ہمارے اوپر امداد اور اچھے اخلاق کا سلوک لازم ہے۔ ان پر کیا جائے گا اور نہ

ہی ان کے خلاف کسی کی مدد کی جائے گی۔[7]

4. مدینہ منورہ کے باشندوں کے مابین حقوق کی برابری اور کمزور کے لیے طاقتور پر امداد کے لزوم کے لیے بہترین ضمانت اور تکافل ہے۔

5. اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو ناحق قتل کرے تو اس پر قصاص لازم ہو گا البتہ مقتول کا ولی معاف کرے۔ اور تمام مسلمانوں پر اس سے قصاص لینا لازم ہے۔[8]

مذکورہ بالا دفعات کے علاوہ اور بھی دفعات ہیں جن میں مسلمان آپس میں تعاون و تناصر کی بنیاد پر ایک دوسرے کے بوجھ برداشت کرنے، قیدیوں کی آزادی، محتاج عیالدار کی اعانت، مظلوم کی امداد، جابر و ظالم کا قلع قمع اور مسلمانوں اور یہود مدینہ کے مابین بیرونی دشمنوں کے خلاف باہمی اعانت و امداد کا عہد، سُکان مدینہ کا دفاع، ایک دوسرے کے لیے بھلائی کی چاہت، اور ایک ہنگامی حالات میں ایک دوسرے کی مالی و جانی امداد وغیرہ کا تذکرہ موجود ہے۔

قبیلہ اشعر کا طرز عمل اور متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ

قبیلہ اشعر کے لوگوں کا طرز عمل یہ تھا کہ میدان جنگ میں یا اپنے شہر میں رہتے ہوئے خورد و نوش کا سامان ختم ہونے لگتا تو ہر ایک کے پاس جتنا کچھ ہوتا وہ لے آتا اور تمام لوگ ایک کپڑے میں سب کچھ جمع کرتے اور پھر ایک برتن سے سب میں برابر تقسیم کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس عمل کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

((فهم منی و انا منهم))[9]

" پس وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں"

قبیلہ اشعر کے لوگ یہ عمل اس وقت کرتے تھے جب ہر ایک کے پاس کوردونوش کا سامان اتنا نہیں ہوتا کہ آنے والے مشکل (بھوک) کا بوجھ ہلکا کر سکے، کسی کے پاس ضرورت سے کم یا بالکل نہیں ہوتا، اور کسی پاس ضرورت کی مقدار ہوتی یا اس سے زائد ہوتا تھا۔ لہذا مجموعی طور پر تمام اہل قبیلہ اپنی خوراک جمع کرتے اور پھر برابر تقسیم کرتے جس سے متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ اور بھوک میں مبتلا ہونے والے شخص کی پریشانی دور ہو جاتی۔ اسلام کے نظام تکافل کی بنیاد بھی اس طرح کے باہمی تعاون اور امداد پر ہے، ایک شخص کے بوجھ کو کئی افراد میں تقسیم کر کے ہلکا کیا جاتا ہے۔ جس سے متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ ہونے ساتھ ساتھ پریشانیاں بھی رفع ہو جاتی ہیں۔

مہاجرین اور انصار کے مابین مؤاخاۃ اور متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ

رسول اللہ ﷺ اور مسلمان مکہ نے نہایت کسمپرسی کی حالت میں مدینہ منورہ ہجرت کی۔ ہجرت کے فوراً بعد آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے مابین رشتہ مواخات قائم کیا، انصار نے بخوشی قبول کیا۔ جس کیبی توصیف اللہ تعالی قرآن مجید میں یوں فرماتا ہے:

((وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِه فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ))[10]

"اور جنھوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنالیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ اُنہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں"

انصار کی ان فضیلتوں کو دیکھ کر مہاجرین خود رشک کرنے لگے اور رسول اللہ ﷺ سے فرمایا:

"ہم نے اس قوم سے بہتر قوم نہیں دیکھی جس کی طرف ہم آئے ہیں۔ جنہوں نے قلیل میں ہماری اعانت کی، اور کثیر کو خوب خرچ کیا، ہماری مشقتوں اور تکالیف سے ہم کو بے پرواکیا، اور اپنی کمائی میں ہم کو شریک کیا، یہاں تک کہ ہمیں خوف ہے کہ سارا اجر و ثواب تو یہی لوگ حاصل کر گئے"(11)

رسول اکرم ﷺ نے ان کے درمیان ایسے اخوت و بھائی چارے کی بنیاد ڈالی جس کی مثال آج تک کوئی معاشرہ پیش نہ کر سکا۔ انصار و مہاجرین کے مابین قائم شدہ رشتہ مواخات میں اگرچہ تکافل کا لفظ نہیں بلکہ اس کی روح موجود ہے۔

اسلام کا نظام تکافل اور ہنگامی حالات میں متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عزم و ہمت کی دولت سے مالا مال کیا ہے تاکہ وہ ہر قسم کے مشکل اور ہنگامی حالات کا مقابلہ کر سکے چونکہ یہ نظام قدرت ہے کہ زندگی میں اگر آرام و سکون ہے تو دکھ اور غم بھی موجود ہیں۔ حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے، کبھی بہار ہے تو کبھی خزاں، کہیں تاریکی و ظلمت ہے تو کہیں روشنی، کہیں راحت و سکون ہے تو کہیں آفات و بلیلات کی وجہ سے پیش آنے والے ہنگامی حالات۔ یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ زندگی کی بنیادی ضروریات میں سے خوراک اور رہائش و سکونت کو اولیت حاصل ہے۔ زندگی کے تحفظ و بقاء کے لئے عام حالات میں ان بنیادی ضروریات کا حصول اتنا مشکل نہیں ہوتا مگر آفاتِ سماویہ، مصائب و آلام اور ہنگامی حالات میں ان بنیادی معاشی ضروریات کا حصول مشکل بلکہ بعض اوقات ناممکن ہو جاتا ہے۔ عمومی حالات کے ساتھ ساتھ آفت و مصیبت کے موقع پر بالخصوص، متاثرین کی معیشت کو سہارا دینا لازمی امر ہوتا ہے وگرنہ وہ زندگی سے محروم ہو سکتے ہیں۔ ایک انسانی جان کی قدر و قیمت کیا ہے اس بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا (12)

"اور جس نے اسے (ناحق مرنے سے بچا کر) زندہ رکھا تو گویا اس نے (معاشرے کے) تمام لوگوں کو زندہ رکھا (یعنی اس نے حیاتِ انسانی کا اجتماعی نظام بچالیا)"

اسلام کا نظام تکافل عمومی حالات کے ساتھ ساتھ قدرتی آفات کے مواقع پر متاثرین کی معیشت کو سہارا دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ قدرتی آفات کے موقع پر جو معاشی اقدامات کرنا حکومت وقت کی اولین ذمہ داریوں میں ایک اہم ذمہ داری ہے۔ اگر اس کا تاریخی تناظر میں مطالعہ کیا جائے بہت سے واقعات سامنے نظر آتے ہیں۔ جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں۔

حکومتی ذمہ داری اور متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ

اگر کسی علاقے میں کوئی قدرتی آفات ظاہر ہو جائے یا ہنگامی حالات پیش آجائیں جن کی وجہ سے وہاں کے لوگ تنگدست، مفلس ہو جائیں، سر ڈھانپنے کو چھت میسر نہ ہو، ہر طرف معذوری و مجبوری کا سماں ہو تو اس بے سر و سامانی اور غربت کے عالم میں دین، جان، عقل،

نسب اور مال و دولت خطرے میں ہوتی ہے۔ لہذا اسلامی حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ان مصالح کی حفاظت کرنے کی غرض سے ہنگامی اور ناگہانی صورت میں عوام کو معاشی تحفظ فراہم کرے۔ اس ضمن میں سب سے پہلے حکومت اپنے مرکزی خزانے، بیت المال یعنی مرکزی بنک کے ذریعے متاثرین کی مدد کرنے کی پابند ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ عیسائیوں کے ایک کوڑھ زدہ گروہ کے پاس سے گزرے تو آپ ص نے حکم جاری کیا کہ ان کو صدقات میں سے روزینہ دیا جائے اور ان کو راشن وغذا جاری کی جائے۔[13]

جب سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط پڑا تو آپ نے بطورِ سربراہِ حکومت، سرکاری سطح پر غلہ تقسیم کیا لہٰذا آج بھی اسوہ یوسفی سے رہنمائی لیتے ہوئے اسلامی حکومت اور حکام کی ذمہ داری ہے کہ قدرتی آفات کے ایسے مواقع پر متاثرین کی بحالی تک بیت المال اور سرکاری خزانے سے ان کی مدد جاری رکھیں۔ امام جصاص نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کرتے ہوئے غلہ وخوراک کی حفاظت اور لوگوں میں ضرورت کے مطابق اس کی تقسیم کے جو امور بیان کئے ہیں ان سے یہ دلیل ملتی ہے کہ ہر دور میں سربراہان حکومت کو خوف ہو کہ لوگ قحط وغیرہ کی وجہ سے ہلاکت میں پڑے ہوئے ہیں تو انہیں ایسے ہی اقدام اٹھانے چاہئیں۔[14]

پس یہ ایک شرعی اور فقہی اصول کے طور پر بیان کر دیا ہے کہ وہ شخص جو کسی بھی وجہ سے کمانے سے عاجز ہو جائے اور اس کا کوئی قریبی بھی موجود نہ ہو تو بیت المال پر اس شخص کی ضروریات پورا کرنا واجب ہے اور حاکم پر لازم ہے کہ وہ مستحقین تک یہ حقوق پہنچائے۔[15]

اس بحث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قدرتی افات یا دیگر وجوہات کی بنا پر جب بھی کوئی بے سروسامانی کا ماحول پیدا ہو جائے تو اسلامی ریاست کی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس مشکل گھڑی میں متاثرین کی مدد کرے۔

متاثرہ افراد کا معاشی تحفظ بذریعہ زکوۃ وصدقات

اسلامی ریاست میں بسنے والوں میں سے کسی پر اگر کوئی مشکل گھڑی یا قدرتی آفت آجائے تو اس سے نمٹنے کے لئے اگر سرکاری خزانہ ناکافی پڑ جائے تو حکومت عوام میں سے صاحب حیثیت لوگوں سے اپیل کر سکتی ہے۔ انسانی ہمدردی، مسلمانوں کے تصور اخوت وبرادری اور جذبہ ایثار وقربانی کو معاشرے میں پروان چڑھا کر مصیبت و آفت زدہ رعایا کی امداد اور بحالی کا اہتمام کیا جاسکتا ہے۔ قرآن حکیم میں اہل حق کے جذبہ ایثار کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

((وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ))[16]

"اور وہ اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اِنہیں شدید حاجت ہی ہو"

اور حضور نبی اکرم ﷺ نے ایسے ہی تنگدستی کے مواقع پر دوسروں پر خرچ کرنے کے جذبہ کو پروان چڑھانے کے لئے کفایت شعاری کا اصول بیان فرمادیا۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((طعام الاثنين كا فى الثلاثة وطعام الثلاثة كا فى الاربعة))[17]

"دو کا کھانا تین کے لئے کافی ہے اور تین کا چار کے لئے۔"

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں ایثار اور کفایت شعاری کے جذبے کو یوں بیان کیا ہے:

((طعام الواحد يكفى الاثنين وطعام الاثنين يكفى الأربعة وطعام الأربعة يكفى الثمانية))[18]

ایک آدمی کا کھانا دو کے لئے، دو کا چار کے لئے اور چار کا آٹھ کے لئے کافی ہوتا ہے۔"

اسی طرح کی احادیث سے استدلال کرتے ہوئے سیدنا عمر فاروق ص نے قحط سالی کے دوران ہر گھر میں اہل خانہ کے افراد کی تعداد کے برابر قحط زدہ افراد کو داخل فرمادیا اور فرمایا کہ آدھی غذا کر دینے سے کسی شخص کو موت نہیں آئے گی[19]

ایک دوسرے مقام پر موطا امام مالک کی مذکورہ حدیث کی شرح میں مزید یہ بیان کیا گیا ہے کہ فاقہ کشی اور بھوک کے دنوں میں حاکمِ وقت فقر وفاقہ میں مبتلا افراد میں سے اتنی تعداد میں صاحبِ قدرت خوشحال لوگوں میں تقسیم کردے جو ان (صاحبِ قدرت افراد) کے لئے تکلیف وضرر کا باعث نہ بنے۔[20]

قرآن حکیم میں انفاق فی سبیل اللہ کے عمومی حکم کے علاوہ ہنگامی حالات میں بھی خصوصاً خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ تاکہ صدقاتِ واجبہ یعنی زکوٰۃ وغیرہ کے علاوہ بھی اگر خرچ کرنے کی ضرورت پڑ جائے تو اس سے فرار اختیار نہ کیا جائے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

((وَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ))[21]

"اور اُن کے اموال میں سائل اور محروم (سب حاجتمندوں) کا حق مقرر تھا۔"

اس ساری بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اغنیاء اور خوشحال لوگوں پر وجوباً یہ حکم لاگو ہوتا ہے کہ جب بھی کسی پر بے سروسامانی اور مفلسی طاری ہو جائے تو ان کی مدد کی جائے تاکہ وہ معمول کی زندگی گذارنے کے قابل ہو سکیں جس طرح کہ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے دولتمندوں پر ان کے مالوں میں سے فقراء کی ضرورت وکفایت کے مطابق خرچ کرنا فرض کیا ہے۔[22]

مزید یہ کہ کسی قدرتی آفت یا کسی اور وجہ سے اگر ریاست کے کسی حصے پر غربت وافلاس زیادہ شدت اختیار کر جائے بھوک اور فاقہ کشی کی وجہ سے موت کے سائے منڈلا رہے ہوں تو ایسی صورت میں زائد از ضرورت کے علاوہ ذاتی ضرورت کے سامان میں بھی متاثرین کو شامل کرنے کا حکومت حکم دے سکتی ہے۔ جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ نے ایک موقعہ پر ایک ایک لقمے میں بھی محتاج وفقراء کو داخل کرنے کا حکم دیا:

إن أصحاب الصفة كانوا أناساً فقراء وأن النبيﷺ قال مرة: من كان عنده طعام اثنين فليذهب بثالث ومن كان عنده طعام أربعة فليذهب بخامس بسادس[23]

" اصحاب صفہ فقراء محتاج تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا: جس کے پاس دو کا کھانا ہے تیسرے (محتاج و فقیر) کو ساتھ لے جائے (اور اپنے کھانے میں شریک کرلے) اور جس کے پاس چار کا کھانا ہے وہ پانچویں، چھٹے کو لے جائے۔"

عقلی طور پر انسان سوچ سکتا ہے کہ محنت ومشقت سے حاصل کیے گئے مال پر حق ملکیت اتنا کمزور ہے کہ زائد از ضرورت مال کسی بھی وقت خرچ کرنا پڑ سکتا ہے۔ اس ضمن میں قرآن وسنت سے تصور ملکیت سمجھنا ضروری ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا-[24]

"وہی ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے لیے پیدا کیا۔"

وسائل سے منفعت میں دوسروں کو برابر شریک کرنے کی مثال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پیش کی اور حضور ﷺ نے اسے انتہائی پسند فرمایا۔ حدیث مبارکہ ہے:

إن الأشعريين اذا ارملوا فی الغزو أو قل طعام عیالهم بالمدینة جمعوا ما کان عندهم فی ثوب واحد ثم أقسموه بینهم فی إناء واحد بالسویة فهم مني و أنا منهم-[25]

"اشعریوں کا معمول یہ تھا کہ جب وہ کسی غزوہ کے وقت محتاج ہو جاتے یا مدینہ میں ان کا کھانا خاندان کی ضرورت سے کم پڑ جاتا تو وہ اپنے سارے سامان کو ایک کپڑے میں جمع کرتے پھر اسے ایک برتن کے ساتھ آپس میں برابر تقسیم کر لیتے، وہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔"

مذکورہ تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ کسی بھی ناگہانی صورت حال سے نمٹنے کے لئے اسلامی ریاست عوام میں تصور ملکیت کا اسلامی تصور پروان چڑھا کر ان سے محتاج اور مفلس افراد کی مدد کرواسکتی ہے۔ اس حوالے سے حکومت حکماً بھی حالات کی سنگینی کے خاتمے تک امداد باہمی کی صورت پر عمل کرا سکتی ہے۔

تلافی نقصانات کے لئے حکومتی اقدامات

قدرتی آفات کی وجہ سے ہونے والے نقصانات پورا کرنے کے حوالے سے مختلف تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں چند ایک کا تذکرہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

1. اگر خرید کردہ مال قبضہ سے قبل ہی کسی قدرتی آفت کی وجہ سے ضائع ہو جائے تو حاکم اس نقصان کے برابر قیمت گرانے کا فیصلہ کر سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے آفت کی وجہ سے ہونے والے نقصان کے برابر قیمت گرانے کا فیصلہ کیا۔ حضرت مالک فرماتے ہیں:

وَالْجَائِحَةُ الَّتِي تُوضَعُ عَنِ الْمُشْتَرِي الثُّلُثُ فَصَاعِدًا ، وَلَا يَكُونُ مَا دُونَ ذَلِكَ جَائِحَةً[26]

حضرت عمر بن عبد العزیز نے آفت کی وجہ سے ہونے والے نقصان کے برابر قیمت گرانے کا فیصلہ کیا۔ حضرت مالک فرماتے ہیں کہ اسی پر ہمارا عمل ہے۔ حضرت مالک مزید بیان کرتے ہیں کہ وہ نقصان جس کی وجہ سے (قیمت) کم کی جاتی ہے وہ مال کا ایک تہائی یا اس سے زائد ہے، اس سے کم نقصان میں تباہی اور آفت نہیں مانی جائے گی۔"

2. اگر خریدا ہوا سارا مال تلف ہو جائے تو حکومت بائع کو مشتری سے قیمت وصول کرنے سے روکے۔ اس بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((لو بعت من اخیک ثمرًا فاصابته جاء جائحة فلا تحل لک ان تاخذ منه شيءا بم تاخذ مال اخیک بغیر حق)) [27]

"اگر تم اپنے بھائی کو پھل فروخت کر دو۔ پھر ان پھلوں پر کوئی آفت آجائے تو تیرے لئے حلال نہیں کہ تو اس (مشتری) سے (قیمت میں سے) کچھ وصول کرے۔ تم اپنے بھائی کا مال (بطور قیمت) کسی حق کے بغیر کس چیز کے عوض لوگے؟"

3. آفت زدہ فرد یا گروہ اگر قرض کے بوجھ تلے دب جائے تو حکومت خوشحال لوگوں کو مقروض کی مدد کے لئے فرمان جاری کرے لیکن، اگر عوام کی مدد سے بھی آفت زدہ کا قرض نہ اترے تو پھر قرض خواہ سے معاف کروایا جائے ان دونوں نکات پر درج ذیل حدیث مبارکہ دلیل ہے۔ "حضرت ابو سعید خدری ص بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص کے پھلوں پر ناگہانی آفت آگئی جن کو اس نے خرید اتھا۔ پس اس کا قرض بہت زیادہ ہو گیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تصدقوا علیه فتصدق الناس علیه فلم یبلغ ذالک وفاء دینه. فقال رسول االله لغرمائه: خذوا ما وجدتم ولیس لکم الا ذالک.[28]" اس (آفت زدہ) کو صدقہ دو۔ سو لوگوں نے اس پر صدقہ کیا لیکن وہ رقم قرض اتارنے کے لئے کافی نہ تھی اس پر رسول اللہ ﷺ نے قرض خواہوں سے فرمایا: تمہیں جو مل گیا ہے لے لو اس کے علاوہ تمہیں اور کچھ نہیں ملے گا۔"

4. قدرتی آفات کی وجہ سے ہونے والے نقصان کی تلافی کرنے کی ذمہ داری بنیادی طور پر اسلامی ریاست کے ذمہ ہے کیونکہ مصالح شریعت کا تحفظ کرتے ہوئے حفظ جان و مال اس کا ایک اہم فریضہ ہے۔ اب اسلامی حکومت کو اس کے لئے مختلف تدابیر تلاش کرنا ہوتی ہیں۔

مغربی دنیا نے آفات و حوادث کے نقصانات سے بچنے کی خاطر اپنے ہاں بیمہ (Insurance)[29] کا نظام جاری کیا جس کی پھر متعدد شکلیں بنتی گئیں۔ لیکن موجودہ دور میں اس نظام کا متبادل نظام " تکافل " ہے۔ جو باہمی تعاون و تناصر کی بنیاد پر کام کرتا ہے۔ اس نظام تکافل کے ذریعے سے متاثرہ افراد کے معاشی تحفظ کو یقینی بنایا جاتا ہے۔

نظام تکافل اور آفت زدگان کی آبادکاری کے لئے اقدامات

کسی قدرتی آفت یا ہنگامی حالات کی وجہ سے اگر مکانات وغیرہ منہدم ہو جائیں، جس طرح کہ زلزلہ و سیلاب وغیرہ کی صورت میں ہوتا ہے تو یہ بڑا ضروری ہو جاتا ہے کہ متاثرین کو جلد از جلد رہائش جیسی بنیادی ضرورت فراہم کی جائیں تاکہ وہ موسم کی شدت سے بچ سکیں اس چیلنج کو پورا کرنے کے لئے ایک اسلام کا نظام تکافل جو تکافل کمپنیز کو لائحہ عمل پیش کرتا ہے وہ اقدامات حسب ذیل ہیں۔

- سب سے پہلے حکومتِ اسلامی کی بنیادی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے پاس موجود وسائل کے ذریعے یا عوام پر جبری ٹیکس لگا کر فی الفور متاثرین کو تمام بنیادی ضرورت فراہم کرے۔ جس طرح گذشتہ بحث کے دوران ابن حزم ظاہری کے حوالے سے دلائل کے ساتھ یہ قول بیان کر دیا گیا ہے کہ اگر زکوۃ وغیرہ سے آفت زدگان کی معاشی حالت کو سنبھالا نہ دیا جارہا ہو تو حکومت اغنیاء کو مجبور کر سکتی ہے کہ اپنے مسلمان متاثر بھائیوں کی مدد کریں اور انہیں خوراک، لباس اور رہائش فراہم کریں۔
- رعایا میں جذبہ احسان اور ایثار و قربانی کو پروان چڑھا کر متاثرین کی آبادکاری میں مدد لی جاسکتی ہے۔ جس کی اعلیٰ ترین مثال ہجرت مدینہ کے موقع پر انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے قائم کی۔ ڈاکٹر نور محمد غفاری مواخاۃ مدینہ کو اسلام کی اجتماعی نظام تکافل کا

ایک عملی نمونہ قرار دیتے ہوئے اس کی اہمیت یوں واضح کرتے ہیں کہ اس کے ذریعے مہاجرین کی معاشی کفالت کا سامان ہوگیا اور متعلقہ معاشی مسائل حل ہوگئے اور قلیل عرصہ میں مہاجرین کی بنیادی ضروریاتِ زندگی کے اسباب اللہ تعالیٰ نے اس عقد مؤاخاۃ کے ذریعے پیدا کردیے یوں وقتی بے روزگاری کا علاج تلاش کرلیا گیا اور معاشی وسائل کا مناسب استعمال کرایا گیا۔(30)

- حضور نبی اکرم ﷺ نے نادار اور بے گھر افراد کو مسجد نبوی کے ساتھ بنائے گئے صفہ نامی چبوترے پر آباد کرکے قدرتی آفات وغیرہ کی وجہ سے بے گھر ہوجانے والوں کی آبادی کے حوالے سے اسلامی ریاست کو رہنمائی فراہم کی ہے۔ آج بھی ایسے موقع پر اس طرح کی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں جیسے کہ ڈاکٹر نور محمد غفاری اہل صفہ کے حوالے سے اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں درج ذیل نکات بیان کرتے ہیں:
- ضرورت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔
- زکوۃ اور دیگر صدقات تو تکافل کا ذریعہ ہیں ہی لیکن اس کے علاوہ دوست احباب سے ملنے والے تحائف اور ہدایا بھی ایثار کرتے ہوئے فقراء و مساکین تک پہنچائے جائیں۔
- معاشرے کے کھاتے پیتے گھرانے استطاعت کے مطابق کسی حاجت مند کی کفالت اپنے ذمہ لیں۔
- ایسے مفلس و محتاج افراد کے لئے روزگار کی فراہمی کے اسباب پیدا کیے جائیں تاکہ تدریجاً ایسے افراد کی تعداد میں کمی آسکے۔

مذکورہ بالا نکات پر عمل پیرا ہونے سے معاشی کسمپرسی کے شکار لوگوں کو بحال کیا جاسکتا ہے۔

خلاصہ بحث

- تکافل مروجہ انشورنس کا اسلامی متبادل نظام کا نام ہے۔
- یہ باہمی امداد و تعاون اور تناصر کے اصول پر قائم ہے۔
- تکافل کا جدید نظام اگرچہ عہد رسالت اور عہد صحابہ میں نہیں تھا لیکن اس دور میں اس نظام کی روح ضرور موجود تھی۔
- میثاق مدینہ، قبیلہ اشعر کا طرز عمل، اور انصار و مہاجرین کے مابین رشتہ مواخات کا عمل اس کے شرعی نظائر ہونے کے ساتھ ساتھ کسی بھی ہنگامی صورت حال میں متاثرہ افراد کے معاشی تحفظ کے ناقابل فراموش مثالیں ہیں۔
- اسلامی حکومت اپنی منصبی ذمہ داری نبھاتے ہوئے رعایا کے جان و مال کی محافظ ہے۔
- اسلامی تعلیمات کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے امداد باہمی کی سکیموں (نظام تکافل) کو نافذ کرکے رعایا کو مستقل طور پر ان میں شامل ہونے کا قانون بنایا جائے۔

حواشی و حوالہ جات

1 عصمت اللہ، ڈاکٹر، تکافل کی شرعی حیثیت، ادارۃ المعارف، کراچی، سن اشاعت: ۱۴۳۱ھ، ص ۴۷۔

2 شلتوت محمود، شلتوت، الشیخ، الاسلام والتکافل الاجتماعی، مجلۃ الازھر، سلسلہ نمبر ۳۳، (شعبان ۱۳۸۱ھ، جنوری ۱۹۶۲ء) ص ۸۔

3 البعلی، عبد الحمید، الدکتور، الاستثمار والرقابۃ الشرعیۃ فی المؤسسات المالیۃ والمعاییر الفنیۃ، اعداد للمؤتمر التامین التعاونی، وموقف الشرعیۃ الاسلامیۃ، ۲۶ اَ ۲۸، اپریل ۲۰۱۰، ص ۱۷۔

4 عصمت اللہ، ڈاکٹر، تکافل کی شرعی حیثیت، ص ۳۷۔

5 ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، ابو الفداء، البدایۃ والنہایۃ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، سن اشاعت: ۱۴۰۸ھ،، ج ۳، ص ۲۳۳۔

6 ابن کثیر، البدایہ والنہایۃ، ج ۳، ص ۲۷۴۔

7 ابن ہشام، عبد الملک بن ہشام، جمال الدین، السیرۃ النبویہ، مکتبہ ومطبعہ البابی الحلبی، مصر، سن اشاعت: ۱۳۷۵ھ، ج ۱، ص ۵۰۳۔

8 ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ج ۱، ص ۵۰۳۔

9 بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، کتاب الشرکۃ فی الطعام والنھد والعروض، دار طوق النجاۃ، بیروت، ۱۴۲۲ھ، رقم الحدیث: ۲۴۸۶، ج ۳، ص ۱۳۸۔

10 الحشر، ۵۹: ۹

11 ابن کثیر، البدایۃ والنہایہ، ج ۳، ص ۲۸۰۔

12 المائدہ: ۳۲

13 البلاذری، احمد بن یحیٰی بن جابر، فتوح البلدان، م۔ن، ۱۳۱۷ھ، ۱۹۰۰ء، فتح مدینۃ دمشق

14 الجصاص، ابو بکر احمد الرازی احکام القرآن، قدیمی کتب خانہ، کراچی مطلب نیحب.... ھلاک الناس من القحط، ۳/ ۲۵۸

15 الکاسانی ابو بکر، مسعود، (۵۸۷ھ)، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۸ھ /۱۹۹۷ء، کتاب النفقۃ، ۵/ ۱۱۴

16 الحشر: ۹

17 مالک، موطا، کتاب الجامع، باب ماجاء فی الطعام والشرب، ۱۶۷

18 مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الاشربۃ، باب فضیلۃ، الواساۃ فی الطعام القلیل، در صالح، الکتب الستۃ، ۱۰۴۶

19 الکاندھوی، محمد اشفاق الرحمن، کشف الغطاء عن وجہ المؤطا، ص ۱۶۷

20 الزرقانی، محمد بن عبد الباقی بن یوسف (۱۱۲۲ھ) شرح علی موطا الامام مالک، دار الفکر، بیروت، کتاب الجامع باب ماجاء فی الطعام والشرب، ۴: ۳۰۰

21 الذاریات: ۱۹

22 بنی اسرائیل: ۲۶

23 بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، صالح الکتب الستۃ، ۲۹۱

24 البقرۃ: ۲۹

25 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الشرکۃ، باب الشرکۃ فی الطعام والنھد والعروض، ج ۲، ص ۲۲۳

26 مالک، موطا، کتاب البیوع، باب الجائحۃ فی بیع الثمار والزرع، ۵۷۲۔

27 مسلم بن الحجاج القشیری، الجامع الصحیح، کتاب المساقاۃ والمزارعۃ، باب وضع الجوائح، در، صالح، الکتب الستۃ، 948

28 ایضاً، کتاب المساقاۃ، ج ۱، ص ۲۹۹۔

29 بیمہ سے مراد ممبران بیمہ کمپنی کے درمیان حادثاتی نقصانات تقسیم کرنے کا طریقہ ہے اس کو انشورنس کے نام سے یوں بیان کیا گیا ہے۔

)Method of distributing accidental losses among large numbers of insured persons (The New Encyclopaedia Britanniaca, 5/373

30 نور محمد غفاری، ڈاکٹر، نبی اکرم ﷺ کی معاشی زندگی، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری لاہور، ۱۷۰، ۱۷۱